سب درختوں سے نیچے اتر آئے۔ اور انہوں نے سانپ کی طرف اینٹیں پتھر پھینکنے شروع کئے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا۔ کہ حقیقتاً سانپ بے حس و حرکت پڑا ہے اور اینٹیں کھاکر بھی کوئی حرکت نہیں کرتا۔ تو وہ اور نزدیک آئے اور اپنی لڑکپن کی فطرت کے مطابق اس کو اپنی لاٹھیوں سے چھیڑنا اور مارنا شروع کیا۔ سانپ یہ سب کچھ چپ چاپ شانتی سے برداشت کرتا رہا۔ وہ دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ جو دکھ اسی وقت اسے پہنچ رہا ہے۔ وہ اس سے کہیں کم ہے بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے جو اپنی بدعنوانیوں سے پرانیوں کو پہنچاتا رہا ہے۔ اس نے یہ بھی سوچا۔ کہ اس کی بداعمالیوں اور اس کے منہ کرموں کا خاتمہ کچھ اسی طرح سے ہو سکتا ہے۔ کہ راست روی اور حلیمی اختیار کی جائے۔ کیونکہ اسی میں اس کا بھلا ہے۔ شرافت اور راست روی بے شک کچھ حد تک تکلیف دہ بھی ہوتی ہے۔ یعنی دوسروں کو اس بات کا زیادہ حوصلہ ہوتا ہے کہ شریف کو تنگ کیا جائے۔ لیکن انجام اس کا ہمیشہ نیک ہوتا ہے۔ آخر کار انہی ظالم لوگوں کے دل میں رحم اور محبت کے بھاؤ پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب چنڈ کوشک کو وہ لڑکے کافی دیر تک مارپیٹ کرتے رہے تو پھر چند لڑکوں نے دوسروں کو منع کیا۔ کہ اپنی نامعقولیت سے باز آؤ۔ اور سانپ کی لاش کی مٹی مت پلید کرو۔ چنانچہ وہاں سے ہٹ کر وہ لڑکے دوڑتے دوڑتے گاؤں میں گئے اور سانپ کے مرجانے کی خوشخبری سارے گاؤں کو جاکر سنائی۔

جونہی گاؤں والوں نے یہ خبر سنی وہ دوڑتے ہوئے سانپ کو اور بھگوان مہاویر کو دیکھنے کے لئے وہاں پہنچے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ یہ معجزہ اسی سادھو نے کیا ہوگا۔ اور کسی کی تو اس طرف قدم بڑھانے کی مجال نہ تھی۔ وہ نظارہ دیکھ کر آپس میں یہ باتیں کرتے ہوئے کہ سادھو ضرور شکتی والا ہے کہ اس نے زہریلے سانپوں کو بھی زیر کر لیا ہے۔ اپنے گھروں کو واپس آگئے۔ وہ رستہ جو سالہا سال سے بند تھا بلکہ وہ رقبہ ہی اجاڑ ہو گیا تھا۔ اور جس طرف کل تک

کوئی انسان وحیوان جانے کا ساہس نہ رکھتا تھا۔ اب کہ وہ سب کے لئے کھُل گیا ہے۔ چنانچہ لوگ جوق درجوق بھگوان مہاویر کے درشنوں کو آنے لگے۔ وہ ادھر بڑے چاؤ اور شردھا سے آتے تھے۔ اور بھگوان کی پوجا کرنے لگے گھی بیچنے والی عورتیں جو اس طرف سے جاتی تھیں وہ بھی مہاراج کے متعلق بڑی شردھا دکھاتی تھیں۔ اور بابس بڑے ناگ کی گھی سے پوجا کرتی تھیں۔ چنڈ کوشک اپنی جگہ سے ہلتا نہ تھا۔ مبادا آنے جانے لوگ ڈر جائیں۔ وہ گھی جو وہاں گرتا تھا اس کی وجہ سے بہت سی چیونٹیاں آنے لگیں۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ گھی کی وجہ سے چیونٹیاں سانپ کو کاٹتی ہیں۔ تو انہوں نے گھی گرانا بند کر دیا۔ لیکن اس وقت تک چیونٹیوں نے چنڈ کوشک کے جسم کو کاٹ کاٹ کر چھلنی بنا دیا تھا۔ لیکن اس نے غضب کی سہن شکتی دکھائی پہلے تو وہ کبھی کبھی اپنے جسم کو ادھر ادھر کچھ حرکت دے لیتا تھا۔ لیکن جب چیونٹیاں اس کے اوپر اور دائیں بائیں چڑھ کر کاٹ رہی تھیں۔ تو اس نے ٹس سے مس تک نہ کی۔ مبادا کوئی چیونٹی اس کے جسم کے نیچے دب کر مر جاوے یا کسی کو دکھ پہنچے متواتر پندرہ دن تک وہ یہ آفت سہتا رہا۔ جس کے بعد وہ اسی حالت میں پرلوک سدھار گیا۔ اور اسے اچھے لوک کی پراپتی ہوئی۔ بھگوان مہاویر بھی پھر وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ اور وہار کرتے ہوئے اُترواچالا کی طرف پدھارے ۔

اُترواچالا میں تپسیا

اب بھگوان مہاویر اُترواچالا میں جا پہنچے، جہاں انہوں نے پندرہ دن کی تپسیا کی اور اپواس کیا۔ اس کے بعد وہ شُدھ بھوجن اور پانی کی تلاش میں نکلے تاکہ اپنا اپواس پارن کریں۔ چلتے چلتے وہ ناگ سین نامی ایک سجن گرہستھ کے مکان کے پاس سے گذرے اس نے انہیں بُلا کر بھوجن دیا۔ اور اس کے بعد بھی وہار کیا۔

جب بھگوان مہاویر شرابھی پور کو جا رہے تھے۔ ایک دن رستہ میں انہیں گنگا کو پار کرنا تھا۔ ایک ملاح ان کے حسین مکھ اور بشاش چہرے کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور بھگوان سے پرارتھنا کی کہ وہ اس کی کشتی میں بیٹھ کر گنگا کے پار جائیں۔ بھگوان نے اس کی درخواست کو منظور فرمایا اور کشتی میں جا کر بیٹھ گئے جب اور لوگ بھی بیٹھ گئے۔ اور کشتی روانہ ہونے والی تھی۔ تو عین اس وقت ایک اُلو بولنے لگا۔ ایک جیوتشی جس کا نام کشیل تھا۔ اور وہ بھی کشتی میں سوار تھا کہنے لگا۔ اُلو کا بولنا منحوس ہوتا ہے۔ آج یہ کشتی صحیح سلامت پار نہیں لگیگی۔ ممکن ہے کہ منجدھار میں پہنچنے سے پیشتر ہی کوئی مہلک حادثہ پیش آئے لیکن اگر ہم صحیح سلامت پہنچ گئے تو وہ ان سادھو جی کی کرپا سمجھنی چاہیئے۔ ملاح نے جیوتشی کے کہنے کا کچھ دھیان نہ کیا۔ وہ کسی خطرے کا وچار نہ کرتا ہوا اپنی کشتی چلاتا گیا۔ رفتہ رفتہ کشتی منجدھار میں جا پہنچی۔ جہاں ایک سدرشٹ نامی دیو رہتا تھا۔ وہ پچھلے کسی جنم میں جنگل کا شیر تھا۔ اور بھگوان مہاویر نے اس کو واسدیو تری پرشٹ کے جنم میں بلا وجہ چیر ڈالا تھا۔ اس دیوتا نے اب سوچا کہ وہی آتما جس نے اپنے ایک جنم میں مجھے بلا وجہ ہلاک کیا تھا۔ اب اس کشتی میں سادھو کے روپ میں بیٹھا ہے اس نے اُس وقت اپنا بل دکھانے کے گھمنڈ میں میرے پران لئے تھے۔ اب

مجھے موقعہ ملا ہے ۔کیوں نہ میں اپنا بدلہ اس سے لوں ۔ میں اس کو زندہ نہ جانے دونگا ۔اسے اپنی بدعنوانی کا پھل معہ سود کے بھگتنا ہوگا۔'

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ بھگوان مہاویر نے اپنے انیسویں جنم میں ایک شیر کو مارا تھا ۔اب شیر کی آتما بدلہ لینے کے لئے ایک اور روپ میں آموجود ہوئی سچ ہے کرم گتی بڑی زبردست ہے ۔کیا ہوا کرم نشپھل کبھی نہیں جاتا ۔کوئی خواہ راجہ ہو یا کنگال امیر ہو یا فقیر ۔تیرتھنکر ہو یا سادھارن انسان ۔ سب کو اپنے کرموں کا بھگتان کرنا پڑتا ہے ۔ یہ قرضہ پیسہ پیسہ چکانا پڑتا ہے ۔حتےٰ کہ کھاتہ بیباق ہو جائے ۔یہ قرضہ خواہ آج بھگتنا پڑ جائے ۔ خواہ کل ۔ ادا کرکے ہی چین ملتی ہے ۔اس سے بیشتر نہیں ۔اپنی جوانی ۔خوشحالی ۔ طاقت اور حکومت کے زمانہ میں انسان اندھا ہو کر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے ۔بداعمالیاں کرتا ہے ۔گناہ اور پاپ کرتا ہے ۔لیکن کبھی ان کے نتیجہ یا بھگتان یا پھل کا خیال نہیں کرتا ۔اپنی طاقت ۔ دولت اور جوانی کے زعم میں اس کو تو ایک ہی خیال ہوتا ہے کہ جو من میں آئے وہ کر ڈالوں ۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے اور کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا ۔لیکن یاد رہے کہ کرم بڑے زبردست ہوتے ہیں ۔ اور کبھی یہ نہ سمجھا جائے کہ کہ ان کی زد سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے ۔مطلب یہ کہ کرموں کی لغت میں "معافی" کا لفظ ہی موجود نہیں ہے ۔قانون قدرت کے تحت سب کو اس دنیا میں رہنے کا یکساں حق حاصل ہے ۔ اور ایسا ہی اپنی اچھا انوسار زندگی بسر کرنے کا بشرطیکہ قدرت کے کسی قانون کو نہ توڑا جائے ۔لیکن برعکس اس کے اگر قانون قدرت کو توڑا جائے تو مجرم سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوتا ہے ۔ طاقت کے گھمنڈ میں غریب کو ستانا کمزور کو دکھ دینا ۔نربل پر ٹوٹ پڑنا ۔چھوٹے کو دبانا ۔بے گناہ کی جان لینا قانون قدرت کا توڑنا ہوتا ہے ۔اس لئے اگر ہم قدرت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں ۔تو

ہمیں سزا بھگتنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ خواہ ہماری طاقت اور قوت کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو یعنی خواہ ہم سمندر کی تہ تک پہنچنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ پہاڑ کی اونچی سے اونچی چوٹی پر چڑھ سکتے ہوں۔ ساری دنیا کو زیر کر سکتے ہوں۔ تمام قسم کے علوم و فنون میں ماہر ہوں۔ آسمان میں اڑ سکتے ہوں آگ پر چل سکتے ہوں۔ سانپوں سے کھیل سکتے ہوں۔ زہر پی سکتے ہوں۔ کھڑے کھڑے غائب ہو سکتے ہوں یا کوئی اور عجیب غریب معجزہ دکھا سکتے ہوں۔ تاہم ہم سزا سے نہیں بچ سکتے جس کا مستوجب ہم نے قدرت کا مقابلہ کر کے اپنے بداعمالوں کی وجہ سے بنایا ہے۔ یہ تو کسی نہ کسی وقت بھگتنی ہی پڑیگی۔ اس لئے ہمیں یہ اصولِ سچائی یہ اٹل قانون سدا اپنے مدِنظر رکھنا چاہیئے کہ منکرموں کے پھل سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔" ایسے خیال کر کے ہمیں ہمیشہ مندکرموں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

آمدم بر سرِ مطلب۔ دیوتا سدرشٹ کے دل میں جونہی انتقام کا بھاؤ آیا وہ کشتی کی طرف دوڑا۔ اور زور سے زور سے گرجا جس سے سوائے بھگوان مہاویر کے باقی سب خوفزدہ ہوگئے۔ پھر اس نے نہایت غصّے کی حالت میں بھگوان سے کہا۔ اب تم جیتے جی میرے چنگل سے چھوٹ کر نہیں جا سکتے۔ میں اب ایسا طوفان اٹھاؤنگا جس میں پھنس کر تم اپنی جان کھو بیٹھو گے۔ اپنے سابقہ جنموں کا اعمالنامہ کھول کر دیکھو۔ جو قرضہ تم نے میرا دینا ہے معہ سود کے ادا کرو۔ بغیر قرضہ ادا کئے تم اس مقام سے حرکت نہیں کر سکتے۔ تم نے مجھ بے گناہ کو مارا تھا۔ اب اس کے بدلہ میں تمہیں بھی اپنی جان دینی ہوگی۔ اور نیز جو تمہارے ساتھی ہیں یہ بھی جان سے ہاتھ دھوئیں گے۔

یہ کہہ کر اس دیوتا نے ایسا زبردست طوفان اٹھایا کہ گنگا کا پانی بہت اونچا چڑھ گیا۔ اور جو درخت اور جھاڑیاں کنارے پر کھڑے تھے سب اکھڑ گئے۔ پانی کی خوفناک لہروں کی آواز سے سب مسافر خائف و لرزاں تھے۔ سب

اکھڑ گئے۔ پانی کی خوفناک لہروں کی آواز سے سب مسافر خائف و لرزاں تھے لیکن بھگوان مہاویر بالکل دھیر اور شانت بیٹھے رہے۔ کبھی کبھی ان کے چہرے پر بے چینی اور روحانی جلال کے ملے جلے جذبات دکھائی دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو دکھ اور مصیبت میں پھنسنے کی وجہ سے رنجیدہ خاطر ہو رہے تھے جو لوگ بھگوان کے پاس ہی بیٹھے تھے وہ اچھی طرح سے بھگوان کی اس حالت کو محسوس کر رہے تھے۔ لیکن وہ ان سے کسی قسم کا سوال کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ سچ کہا ہے کہ دوسروں کے رنج و مصائب تو مہان آتماؤں کے شیشے جیسے صاف اور پاکیزہ دل میں اپنا عکس ڈالتے ہیں۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی جان کو خطرے سے بچانے کے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ اب وہ کشتی پانی کے زبردست تھپیڑوں سے ڈگمگانے لگی۔ ملاح نے بہتیری کوشش اس کو سنبھالنے کے لئے کی۔ لیکن دیوتا کی طاقت کے مقابلہ میں اس کا کچھ بھی زور نہ چل سکا۔ وہ ہانپ گیا۔ اور مایوس ہو کر اس نے اپنا چپو رکھ دیا اور کہا کہ بھائی اب میرا کچھ بس نہیں چلتا۔ تم جانو تمہاری قسمت۔ سب مسافروں نے ملاح کو ایسی نا امیدی اور بے بسی کی حالت میں دیکھا۔ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور یہ خیال کر کے کہ بس اب وقت رحلت آ پہنچا ہے۔ مختلف قسم کی پرارتھنائیں اور دعائیں کرنے لگے۔

شاستروں کے اندر نیک اور مہاتما پرشوں کے ست سنگ کے بڑے فوائد بیان کئے ہیں۔ آج بھی اس کی فضیلت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب روزانہ زندگی میں ہمارے اوپر غم کے بادل منڈلا رہے ہوں۔ دکھ کی گھٹائیں چھا رہی ہوں۔ آفتوں کا طوفان آیا ہوا ہو۔ یا کوئی رنج ہمارے دل کو گھن کی طرح کھا رہا ہو۔ تو ہم بھی اسے اپنے دھرم شاستروں کے مطالعہ سے یا مہاتما پرشوں کے ست سنگ سے کچھ حد تک رفع کر سکتے ہیں۔ جب بھگوان مہاویر جیسی مہان آتما کشتی کے اندر ان لوگوں کے ساتھ تھی تو اس دنیا کے اس معمولی سے دریا

کو عبور کرنا کیا مشکل تھا۔ لیکن اپنی بے سمجھی۔ اگیان تنگ نظری اور دل کی کمزوری کے باعث وہ لوگ بھگوان مہاویر اور اس کی شکتی کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ اور نہ ہی وہ اس بات سے آگاہ تھے کہ جو انسان ان کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ روحانی جلال اور شکتی کا بھنڈار ہے۔ برخلاف اس کے ان میں سے بعض نے بھگوان کو برا بھلا کہنا اور طعن و تشنیع کرنا شروع کر دیا۔ خاص کر جب انہوں نے دیکھا کہ اس کی وجہ سے یہ سب مصیبت آ رہی ہے۔ لیکن وہ پھر بھی چپ چاپ بغیر ہاتھ پاؤں ہلانے کے بیٹھا ہے۔ ان بچاروں کو کیا خبر کہ مہا پرشوں کا من سکھ اور خوشحالی میں تو کنول پھول کی طرح نرم ہوتا ہے۔ اور دکھ مصیبت میں پہاڑ کی چٹان کی طرح مضبوط بن جاتا ہے۔

اندریں اثنا دو اور دیوتاؤں کو سدا شٹ کی اس کرتوت کا علم ہو گیا کہ وہ بھگوان مہاویر کو اس طرح تکلیف دے رہا ہے۔ ان دیوتاؤں کی طاقت سدا شٹ سے کہیں زیادہ تھی۔ وہ فوراً بھگوان کی سیوا اور سہائتا کے لئے آ پہنچے۔ اور انہوں نے سدا شٹ کو مغلوب کر کے طوفان کو بند کر دیا۔ جب طوفان ختم ہو گیا اور کشتی پھر آرام سے چلنے لگی تو لوگوں کی جان میں جان آئی۔ بعض تو کہتے تھے کہ ہمارے بال بچوں کی خاطر ہماری جانیں بچ گئی ہیں۔ بعض کہتے تھے کہ بڈھے والدین کی وجہ سے بچاؤ ہو گیا ہے لیکن اکثر آدمی یہی کہتے تھے کہ اس مہاتما کی کرپا سے آج ہم بچ نکلے ہیں۔ مانو دوسرا جنم پایا ہے ورنہ ہم تو ختم ہو چکے تھے چنانچہ ناؤ دوسرے کنارے جا لگی۔ اور سارے خوشی خوشی اتر کر اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ بھگوان مہاویر اتر کر تھوڑی دیر کے لئے دھیان اوستھا میں چلے گئے۔ اور پھر وہاں سے وہار کر گئے +

پشپک جیوتشی کا دھن پانا

وہار کرتے ہوئے بھگوان ستھوناک نگر میں پہنچے ۔لیکن وہ اس کے اندر نہ گئے بلکہ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھکر دھیان آروڑھ ہو گئے جب بھگوان گنگا پار ہوئے تھے تو اس کے تھوڑی دیر بعد وہاں پشپک نامی ایک سامدرک شاستری یعنی ہاتھ پاؤں کی ریکھا دیکھنے والے کا ادھر سے گذر ہوا۔اس نے بھگوان کے پاؤں کے نشانات دیکھے اور اپنی ودیا کے ذریعہ پاؤں کی لکیروں کو دیکھ کر اس نے کہا کہ یہ پاؤں کا نشان تو کسی مہاراجہ کا ہے ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے وہ اپنے مصاحبوں اور دیگر ہمراہیوں سے بچھڑ گیا ہے ۔اور پاؤں میں جوتا تک نہیں رہا ۔اور اب بھی وہ اپنے ساتھیوں کی کھوج میں پھر رہا ہے ۔کیوں نہیں اس کے پیچھے پیچھے جاؤں ۔اور اپنی خدمات اس کو پیش کروں ۔میں جب ضرورت اور تکلیف کے وقت اسکی مدد کرونگا ۔تو وہ مجھکو مالا مال کر دے گا ۔اور میں اپنی عمر بھر مزے میں گذارونگا ۔یہ خیال کر کے وہ جیوتشی اس مہاراجہ یا شہنشاہ کے پاؤں کے نشان دیکھتا ہوا ان نشانوں کی مدد سے وہاں جا پہنچا جہاں بھگوان مہاویر دھیان آروڑھ کھڑے ہوئے تھے وہاں وہ پاؤں کے نشان ختم ہو گئے لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ کہ ایک شہنشاہ کی بجائے وہاں تو ایک معمولی فقیر درخت کے نیچے دھیان اوستھا میں کھڑا ہے ۔اسے بڑی مایوسی ہوئی ۔اور وہ سامدرک ودیا اور اپنی ناسمجھی اور کم فہمی کو دھکارنے لگا ۔اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے لگا ۔اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ بجائے ایک شہنشاہ کے مجھے ایک فقیر ملیگا تو میں فضول اتنی منزل نہ مارتا اور اپنے پاؤں نہ تھکاتا ۔اس سے تو میں اپنے گھر جاتا ۔تو کم از کم کچھ ٹکے تو کما لیتا ۔

اب پاؤں بھی تھک گئے۔ اور ایک کوڑی بھی نہ ملی۔ ہائے قسمت! آج نہ معلوم صبح اُٹھتے ہی کس کے درشن کئے تھے۔ کہ میرا سارا اُدیوگ نشپھل گیا۔ جب وہ جیارلا اس طرح مایوسی کی حالت میں اپنی ناکامی پر دستِ تاسف مل رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ دیکھو یہ سامُدرک ودیا کتنی غلط ہے۔ سامُدرک کے گرنتھوں میں صاف لکھا ہے۔ کہ جس کے پاؤں کے ایسے نشان ہوں وہ ضرور مہاراجہ ہوتا ہے لیکن ان شاستر بنانے والے پامردں کو یہ نہیں معلوم کہ ایسے پاؤں کے نشانات والا ایک معمولی بھکاری بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ودیا بالکل جھوٹی ہے۔ کم از کم جو گرنتھ میرے پاس ہیں وہ تولغو اور واہیات ہیں۔ میں انہیں گھر پہنچکر جلا دونگا یا دریا میں پھینک دونگا۔ جب پشپک ان خیالات میں مستغرق تھا۔ تو آکاش وانی ہوئی۔ اے پشپک! پریشان نہ ہو۔ نہ تو تیری ودّیا غلط ہے نہ تیرے گرنتھ۔ جو کچھ اُن میں لکھا ہے۔ وہ حرف بحرف ٹھیک ہے جس انسان کو تو بھکاری اور فقیر سمجھ رہا ہے۔ یہ حقیقت میں وہ عظیم ہستی ہے کہ جس کے پاؤں پر چکرورتی مہاراج اور شہنشاہ آکر سجدہ کرتے ہیں جو سارے سنسار کا، نہیں نہیں بلکہ سارے دیوتاؤں کا کعبہ ہے۔ یہ دراصل ایک راجہ ہی تھا۔ اور اپنے راج پاٹ کو لات مار کر لاکھوں روپے لٹا کر گھر سے نکلا ہے۔ اور اب یہ وہ چیز لٹا رہا ہے۔ کہ جو دکھیوں کو تسکین کرتی ہے۔ روتوں کو ہنساتی ہے۔ اور کنگالوں کو مالا مال کرتی ہے۔ اس لئے تو مایوس نہ ہو۔ تیری مراد بر آئیگی۔ تیری اچھیا پوران ہوگی۔ کیونکہ اس دربار سے کوئی مایوس یا خالی ہاتھ نہیں مڑتا۔ یہ سادھو ہر ایک کو اسی روپ میں دکھائی دیتا ہے جس روپ میں اسے دیکھتا ہے۔ ہر ایک کی بھاونا کے مطابق اس کے درشن ہوتے ہیں یہ صحیح شہنشاہ ہے۔ اور چونکہ تم اسے شہنشاہ کی بھاونا سے دیکھنے آئے ہو لو کتنا روپیہ درکار ہے۔ اسی وقت پشپک کی جھولی لعل و جواہرات سے بھر گئی۔ یہ دیکھ کر پشپک فوراً جگوان

کے چرنوں میں گر پڑا۔ اور اپنی غلط فہمی اور ناسمجھی پر افسوس کرنے لگا۔ دھن پاکر وہ بھگوان مہاویر کو سو سو دعائیں دیتا ہوا دنیا کے چمکدار اور من موہنے ٹھیکرے لیکر گھر کو چلا گیا۔

اے پشپک! تو کتنا خوش قسمت تھا کہ ایک سچے شہنشاہ کی کھوج میں تو نکلا۔ اور پھر تو نے اسے پا یا بھی۔ لیکن مانگا تو کیا مانگا، لیا تو کیا لیا، حاصل کیا تو کیا کیا؟ چند مٹھی کنکروں اور پتھروں کی۔ کاش! تجھے سمجھ ہوتی۔ اور تو وہ چیز حاصل کرتا۔ کہ جس سے تجھے سچا سکھ اور حقیقی شانتی ملتی۔ یہ کنکر پتھر جو تو نے حاصل کئے یہ تو تیری مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کردیں گے۔ آج سے تجھ کو ان کی حفاظت کی فکر ہوگی۔ ان کے کھو جانے کا خوف لگا رہے گا۔ آج سے کئی حاسد چور ڈاکو تیرے دشمن بن جائیں گے۔ تیری نیند بھی حرام ہو جائیگی لیکن اچھا اپنی اپنی قسمت ہے۔ تیری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ تجھے مل گیا کم از کم تیری خوشی تو ہوگئی تیری خواہش تو پوری ہوگئی۔ پشپک کے چلے جانے کے تھوڑی دیر بعد بھگوان بھی وہاں سے وہار کر گئے۔

راج گرہ میں ایک جولاہے کی دھرم شالہ میں

دوسرا چترماس

ستھوناک سے وہار کر کے بھگوان مہاویر راج گرہ میں آئے اور شہر کی ایک بستی نالندہ میں ایک دھرم شالہ میں مقام کیا۔ یہ دھرم شالہ ایک کپڑا بننے والے کی تھی۔ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ راج گرہ میں اچھے اچھے مکانات چھوڑ کر بھگوان نے اس معمولی سی دھرم شالہ میں قیام کیوں فرمایا۔ اب اس

جواب یہ ہے کہ یہ سوال تو ختم ہی نہیں ہو سکتا پھر ہم پوچھ سکتے ہیں کہ وہ راج گرہ میں ہی کیوں گئے۔ کیوں نہ کسی اور بہت بڑے شہر میں گئے۔ بات یہ ہے کہ بھگوان مہاویر اب بڑے شہروں یا بڑے لوگوں کی ہی میراث نہ رہے تھے وہ اب سب کے تھے وہ ایک غریب کے بھی اتنے ہی تھے جتنے ایک امیر کے سب اُن کے تھے وہ سب کے تھے۔

ایک آدمی جو اپنے گھر میں رہتا ہے اور گھر والوں کی خدمت کرتا ہے۔ تو تکلیف کے وقت وہ گھر والے ہی اس کے کام آسکتے ہیں لیکن اگر ایک آدمی سارے محلے والوں یا نگر والوں کا دھیان رکھتا ہے تو پھر وقت ضرورت وہ سارے اس کے کام آئینگے۔ اسی طرح سے اگر ایک انسان سارے سنسار کی بھلائی کو مدِ نظر رکھ کر اپنی خوشی اور اپنے آرام کو قربان کرتا ہے تو سارا سنسار ہی اس کی خیر مناتا ہے اور اسکی آگیا انوسار کام کرتا ہے۔ پھر سارا سنسار ہی اس کی حفاظت کے لئے اپنا خون بہانے کو طیار رہتا ہے لیکن پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان پرانی ماتر کیلئے اپنا تن من دھن سچے دل سے ارپن کر دے۔ جب تک ایسا نہ کیا جائے سنسار کے پرانی اپنے خیر خواہ نہیں بن سکتے اور نہ وہ خادم بن سکتے ہیں۔ نہ ہی مددگار یا ساتھی۔

بھگوان مہاویر نے سنسار کے لئے بڑی قربانی کی ہے اور اپنا سب کچھ پرانی ماتر کے لئے قربان کر دیا ہے اس لئے چھوٹی سی دھرم شالہ کا کوئی سوال ہی نہیں اُٹھ سکتا۔ لیکن اس دھرم شالہ میں ٹھہرنے کا بھی ایک خاص مقصد تھا پہلی بات تو یہ تھی کہ وہ جولاہا بھگوان کا بڑا اتر دھالو بھگت تھا۔ دوسرے وہ جگہ بالکل ایکانت، شانت، اور شہری شور و غل سے دُور ہونے کی وجہ سے دھیان کے لئے بڑی موزوں تھی تیسرے بھگوان مہاویر اعلیٰ اور ادنےٰ میں کوئی تمیز نہ کرتے تھے۔ نہ ہی چھوت اور اچھوت میں کوئی امتیاز رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ سچی انسانیت سے بہرہ ور ایک وسیع الخیال اور فراخدل انسان تھے۔ بھگوان کی نظر میں وہ انسان رذیل ہوتا ہے جس کے خیالات رذیل ہوں، جس کے جذبات

کمینے ہوں اور جس کا دل ناپاک ہو۔ برعکس اس کے وہ اس آدمی کو اعلیٰ اور اونچے درجہ کا جانتے ہیں۔ جو اگرچہ چھوٹی ذات کا ہو۔ لیکن اس کے خیالات نیک، اعمال حسنہ اور احساسات پاکیزہ ہوں۔ بھگوان کے عقیدہ کے مطابق ایک پاک دل انسان ناپاک انسان کو بھی پاک بنا سکتا ہے اور رذیل انسانوں کو اعلیٰ نیک چلنی، راست روی اور نیک طینتی کے لئے کسی خاص علم تعلیم فہم وفراست اور زور بازو کی ضرورت نہیں ہوتی نہ ہی کسی خاص وقت۔ مقام یا قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اچھوت پن انسانی سماج کے لئے سب سے بڑا کلنک ہے کسی بھی انسان کو اچھوت خیال کرنا یا اس سے اچھوتوں جیسا سلوک کرنا انسانیت کی تحقیر کرنا ہے۔ پاکیزگی اس بات میں نہیں کہ انسان پاپیوں سے چھوئے نہ بلکہ وہ تو اس بات میں ہے کہ انسان خود گناہوں سے دور رہے۔ ایک انسان کو اچھوت کہہ کر اور اس کے چھو جانے سے اپنے آپ کو اچھوت یا پاپی خیال کر لینا مذہب یا دھرم کی اور اس کے اعلیٰ اصولوں کی مٹی پلید کرنا ہے۔ دھرم ہم کو کسی خاص جگہ پر جانے یا ٹھہرنے سے نہیں روکتا۔ وہ روکتا ہے غلط راہ اور مذموم طریق اختیار کرنے سے کھوٹے کھاور رکھنے سے اور دوسروں کو دکھ دینے سے خاص کر اپنی خود غرضی کے لئے یا بد اخلاقی کے لئے۔ لفظ بد اخلاقی یا بدچلنی کے معنے بڑے وسیع ہیں۔ جیسے اپنی بیوی پر قانع نہ رہ کر دوسروں کی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کرنے والا انسان بد چلن کہلاتا ہے۔ اسی طرح سے وہ بادشاہ جو اپنے شاہی فرائض کے بجا لانے سے قاصر رہتا ہے۔ جو طالب علم اپنی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ یا ایک سادھو جو سیتم میں نہ رہ کر وشئے بھوگ میں پھنستا ہے یا ایک سپاہی جو عوام کی حفاظت کا دھیان نہیں کرتا بلکہ انہیں خوفزدہ کر کے خود ان سے روپیہ بٹورتا ہے تو یہ سب لوگ بدچلنی کے مجرم ہیں۔ دھرم یا مذہب تو دل کی شے ہے۔ بلاشبہ یہ ہمارے جیون کی آدھار شلا ہے۔

سوتے ہوؤں کو جگاتا ہے۔ جاگتے ہوؤں میں نئی روح پھونکتا ہے۔ روح والوں کو اولیگی بناتا ہے۔ ادیوگیوں کو مکتی مارگ کی طرف لے جاتا ہے اور کامیاب مارگ کی طرف چلنے والوں کو گیان دلاتا ہے۔ دھرم وہ امرت ہے جو مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ دھرم وہ پارس جڑی ہے جو اس دُنیا کی مانند اگیانی انسانوں کو سونا بنا دیتا ہے۔ دھرم ہر ایک انسان کے لئے ہر حالت میں منفعت بخش شے ہے۔ یہ وہ کچا تاگہ نہیں۔ کہ جو ہوا کے ذرا سے جھونکے سے تار تار کیا جا سکے یا ذرا سی ٹھیس سے چُور چُور ہو جائے۔

اس طرح سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ بھگوان مہاویر انسان اور انسان میں تمیز روا نہ رکھتے تھے۔ اور ان کا یہی منتویہ اور رویہ تھا کہ جو انہیں تیرتھنکر بننے کا اہل بنا رہا تھا۔ جو لوگ اپنے آپ کو بھگوان مہاویر کا پیرو کہلانے کا فخر کرتے ہیں اُنہیں اپنے دل کی ایسی کمزوریاں دُور کرنی چاہئیں۔ گھمنڈ کو اپنے دل اور دماغ سے نکال کر انسان اور انسان میں کوئی فرق نہ سمجھنا چاہیئے اور سمتا یا مساوات کے اصول پر کاربند ہونا چاہیئے اور اس طرح سے اپنی زندگی کو پاکیزہ اور نیک بنانا چاہیئے۔ دُعا ہے کہ مہاویر سوامی کی کرپا سے ہم سب وسیع الخیال بنیں اور ہماری تنگ نظری دُور ہو۔

بھگوان مہاویر نے جولاہے کی دھرم شالہ میں قیام کیا اور وہاں دھیان میں مگن رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ لوگ دُور نزدیک سے آتے تھے اور بھگوان کے دھیان اوستھا میں درشن کر کے نہال ہو جاتے تھے۔ اس دھرم شالہ کا مالک خود ہر روز بھگوان کے درشن کرتا اور ان سے چوماسا وہیں گذارنے کی گذارش کرتا۔ لیکن چونکہ بھگوان زیادہ دیر تک دھیان میں ہی مگن رہتے تھے۔ اسکی درخواست پر کوئی غور نہ ہو سکا۔ ایک دن جب بھگوان موج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جولاہے نے پھر اپنی درخواست دہرائی۔ بھگوان کو اب اس کی صدق دلی اور شردھا کا پورا یقین ہو چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسکی درخواست

قبول فرمائی اور موسم برسات کے چار مہینے اس کی دھرم شالہ میں گذارنے کا فیصلہ کیا۔ جولاہا بیٹا خوش ہو گیا۔ اور خوش خوش مطمئن ہو کر اپنے گھر جا کر یہ خوشخبری سنائی۔ بھگوان مہاویر اب اسی دھرم شالہ میں رہنے لگے اور باقاعدہ طور پر تپسیا اور اُپواس کرتے رہے۔

جو لوگ اپنی جاتی کا۔ اپنی وِدّیا کا۔ اپنی عقل کا۔ اپنی تپسیا کا گھمنڈ کر کے اپنے سے چھوٹے لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ بھگوان مہاویر کی زندگی کے اس واقعہ سے سبق حاصل کریں۔ بڑے سے بڑے لوگ خواہش کرتے ہونگے اور اس بات کو ترستے ہونگے کہ مہاراج ان کے استھان کو پوتر کریں۔ لیکن ان سب کو چھوڑ کر بھگوان جاتے ہیں۔ ایک جولاہے کی دھرم شالہ میں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو لوگ بڑے کہلاتے ہیں۔ یعنی دھن وان ہیں یا عہدہ دار ہیں۔ ان میں شردھا کی بہت کمی ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں پر دھن اور طاقت سے ایسا جالا چڑھ جاتا ہے کہ وہ اپنے کلیان کی بات کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ یہ غریب لوگ ہی ہیں جن کے دل میں دھرم، پریم، شردھا بھاؤ اور ستت سیوا کا خیال ہوتا ہے۔ مہاتما لوگ شردھا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کو عالیشان مکانوں سے۔ نرم بچھونوں سے یا لذیذ کھانوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ شری رابندرناتھ ٹیگور نے لکھا ہے کہ "اے انسان! تو پرماتما کو مندروں اور مسجدوں میں مت تلاش کر اگر تو واقعی اس سے واصل ہونا چاہتا ہے تو جا وہاں پر جہاں کہ سڑک کے اوپر مزدور سڑک کو کوٹتے ہوئے پسینہ پسینہ ہو رہا ہے۔ جہاں کھیتوں کے اندر کڑکتی دھوپ میں غریب کسان کھیت کو کاٹ رہا ہے وہاں تجھ کو پرماتما کے درشن ہو سکتے ہیں۔ محلوں اور اٹاریوں میں نہیں"۔ پھر ہم دوسرے اتہاس کی طرف غور کریں تو بھی پتہ لگتا ہے کہ مہاپرش ہمیشہ غریبوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں" حضرت عیسیٰؑ نے بھی کہا تھا۔ کہ خدا غریبوں کی جھونپڑیوں میں بستا ہے۔ بھگوان کرشن نے دریودھن کے لذیذ بھوجن چھوڑ کر بدرجی کا

ساگ کھانا زیادہ پسند کیا تھا۔ شری رام نے بھیلنی کے جھوٹے بیر بڑے پریم سے کھائے تھے۔ گورو نانک نے جاگیر دار کے اعلےٰ کھانے چھوڑ کر بھائی لالو ترکھان کے ہاں بھوجن کیا تھا۔ جب جاگیر دار نے گورو مہاراج سے وجہ پوچھی تو انہوں نے دونو گھروں کی ایک ایک روٹی منگا کر دونو ہاتھوں میں لیکر نچوڑی تو جاگیر دار کی روٹی سے خون نکلا۔ اور بھائی لالو کی روٹی میں سے دودھ اور اس طرح گورو جی نے فرق دکھا کر کہا کہ جاگیر دار کی روٹی ظلم و تشدد کی کمائی کا نتیجہ ہے جس میں غریبوں کا لہو بھرا ہوا ہے۔ اور بھائی لالو کی روٹی دھرم کی نیک اور پوتر کمائی سے تیار ہوئی ہے۔ اسی طرح سے گورو گوبند سنگھ نے جب پانچ پیارے چنے تھے جو کہ خالصہ قوم کی بنیاد نے تھے۔ وہ نائی۔ دھوبی اور دیگر چھوٹی ذاتوں کے آدمی تھے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ مہاپرش ہمیشہ ہی غریبوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ کیونکہ دولت مندوں کے پاس جانیوالے تو سینکڑوں ہزاروں ہوتے ہیں۔ لیکن غریبوں کے پاس وہی جاتا ہے جس نے انسانیت کے راز کو سمجھ لیا ہے۔ جو سارے انسانوں میں ایک ہی چمکتی ہوئی جیوتی کے درشن کرتا ہے۔ جو سب میں ایک ہی نور سمایا ہوا دیکھتا ہے۔ اس لئے بھگوان مہاویر کا جولاہے کی دھرم شالہ کو پسند کرنا کوئی حیرانی والی بات نہ تھی۔ بلکہ سچے مہاپرشوں کے آدرش کے مطابق ہی تھی۔

گوشالا سے بھینٹ

راج گرہ نگر میں ایک منکھلی نام کا آدمی رہتا تھا۔ جو کہ اپنی روزی وہاں کے لوگوں کو تصویریں دکھا دکھا کر کماتا تھا۔ وہ اپنی بیبی بھدرا سمیت ایکبار شاکھن نامی گاؤں میں آیا۔ اور وہاں ایک باہُل نامی برہمن کی گوشالہ میں ٹھہرا۔ بھدرا اس وقت حاملہ یعنی گربھ سے تھی اور وضع حمل کا عرصہ پورا ہونے پر اس کو اسی جگہ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام گوشالہ رکھا گیا۔ کیونکہ

اس کی پیدائش ایک گوشالہ کے اندر ہوئی تھی جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو اپنے
باپ کا کام اور ہنر بڑی توجہ اور تندہی سے سیکھنے لگا وہ ہوشیار تو بہت تھا۔
لیکن اس کا مزاج کچھ عجیب قسم کا تھا۔ اس کی اپنے والدین سے بنتی نہ تھی جس
کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بڑھاپے کی عمر میں وہ ان سے جدا ہو گیا۔ اور خود مختاری
سے تصویریں دکھا کر اپنی روزی کمانے لگا وہ چونکہ پھر پھر کر تصویریں دکھاتا تھا۔
ایکبار وہ گھومتا ہوا راج گرہ نگر میں پہنچا۔ اور حسن اتفاق سے اسی جولاہے کی کرم
شالہ میں ٹھیرا۔ جہاں بھگوان مہاویر جی ٹھیرے ہوئے تھے۔ بھگوان مہاویر اس
وقت اپنی تپسیا کا ایک مہینہ اس مقام پر ختم کر چکے تھے۔ اگلے دن وہ نگر میں اپنا
اُپو اس پارن کرنے کے لئے پوتر (بپاسک) بھوجن اور جل حاصل کرنے کیلئے گئے۔
اور وجے نامی ایک دولت مند آدمی کے گھر پہنچے۔ وجے نے ان کو نہایت پوتر
بھوجن اور جل پیش کیا جس کے کارن اس کے گھر میں ردھی سدھی بے اندازہ طور
پر بڑھ گئی۔ دیوتاؤں نے پانچ قسم کے لعل و جواہرات کی بارش کی۔ یہ خبر شہر میں
بڑی سرعت سے پھیل گئی۔ اور گوشالہ کے کانوں میں بھی یہ بات پڑی اس لئے وہ بھگوان
مہاویر کی تلاش میں گیا۔ اور وجے کے گھر پہنچکر اس نے تصدیق کی۔ تب گوشالا نے
اپنے دل میں کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سادھو کوئی معمولی فقیر نہیں ہے۔ بلکہ کوئی مہان آتما
ہے اگر ایک انسان کے گھر میں اس سادھو کو محض بھوجن اور جل شردھا پوروک
دینے سے ایسی ردھی سدھی حاصل ہو سکتی ہے۔ تو جو آدمی اس سادھو کی شب
و روز خدمت کرے نہ معلوم اسے کیا مل جائے گا۔ اگر میں ان کا چیلا بن جاؤں
اور ان کی خدمت بجا لاؤں تو میری قسمت کا ستارہ بھی ضرور ایک دن چمک اٹھے
گا۔ یہ تو ایک مسلمہ بات ہے کہ مہاپرشوں کی سیوا اکارتھ نہیں جاتی۔ یہ مہاپرش
تو بڑے درختوں کی مانند ہوتے ہیں۔ جو سایہ بھی دیتے ہیں اور پھل بھی۔ ایسے ہی
مہاپرشوں کی سیوا سے دکھوں سے پناہ بھی ملتی ہے اور دھن بھی۔ اور اگر
نہ بھی ملے تو کم از کم دکھوں سے تو ضرور بچا لیتے ہیں۔ اور یہ بھی اس دنیا میں

کوئی چھوٹی بات نہیں۔ ایسا خیال کر کے گوشالہ بھگوان مہاویر کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑے ادب سے اُس نے عرض کیا۔ بھگوان! آپ جیسے مہاپُرشوں کی لیلا عجیب ہوتی ہے۔ وہ اپنی طاقتوں کا گھمنڈ نہیں کرتے۔ دنیا کے لوگ ان کی عظمت کو ان کی لیلا سے ہی پہچانتے ہیں۔ آپ جیسے مہاپُرش خود تو سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور سوکھے ٹکڑوں پر بھی گذارہ کر سکتے ہیں۔ لیکن جن پر اُن کی کرپا ہو جائے۔ ان کو وہ نہال کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ صرف دُنیاوی زر و مال ہی نہیں دیتے دُنیاوی سکھوں کی سامگری ہی نہیں دیتے بلکہ آتمک آنند بھی بخشتے ہیں۔ بھگوان! میں اور آپ ایک ہی مقام پر کئی دن سے ٹھیرے ہوئے ہیں۔ لیکن میری بد قسمتی کہ میں اتنے دنوں تک آپ کی عظمت کو نہ جان سکا۔ اور آپ کی ذاتِ اعلیٰ کو نہ پہچان سکا۔ آج میں آپ کی لیلا کو دیکھ کر آپکی مہانتا کو کچھ حد تک سمجھ سکا ہوں۔ اور مجھ پر اس کا اتنا اثر ہوا ہے کہ میں دل و جان سے آپ کا چیلا اور سیوک بننا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کرپا کر کے مجھے اپنے قدموں میں قبول فرمانے کی عنایت کریں گے؟ میں ہر طرح سے حضور کی خدمت بجا لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرونگا۔

بھگوان مہاویر نے گوشالہ کی درخواست کو خاموشی سے سُنا۔ لیکن جواب میں ایک لفظ تک نہ کہا۔ کیونکہ اُنہوں نے انتر گیان سے یہ بھانپ لیا تھا۔ کہ اس ساہوکار کی رِدھی سِدھی سے متاثر ہو کر یہ آدمی دُنیاوی حرص و آز کے خیال سے میرے پاس آنا چاہتا ہے۔ اگرچہ بھگوان نے اس کی بات کا کوئی جواب ہاں یا نہ کا کوئی نہ دیا تھا۔ تاہم گوشالا اس دن سے اپنے آپ کو شری مہاویر سوامی کا بھگت اور چیلا سمجھنے لگا۔

چنانچہ اُس دن سے اس نے تصویریں دکھانے کا اپنا پیشہ ترک کر دیا اور بھگوان مہاویر سوامی کی سیوا میں لگ گیا اور خود بھیک مانگ کر اپنا گذارہ کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ بھگوان مہاویر کے اپواس کا دوسرا مہینہ ختم ہو گیا اور بھگوان

نے حسب معمول اپنے اپواس کا پارن آنند نامی ایک سجن کے گھر سے پوتر (پراسک) بھوجن اور جل لیکر کیا۔ اسی طرح سے تیسرے مہینے کا اپواس ایک دوسرے سجن پرش سُدرشن نامی کے گھر سے پاکیزہ بھوجن اور پانی لیکر پارن کیا جس جس شخص نے بھگوان مہاویر کی سیوا اس طرح سے کی اسی کے گھر میں وجے کی طرح سے ردھی سدھی کی کوئی کمی نہ رہی اور اس جگہ دیوتاؤں نے لعل و گوہر برسائے۔

اب چوتھا مہینہ گذرنے لگا۔ اور کارتک ماس کی پورنماشی نزدیک آنے لگی۔ گوشالہ کو جو بھگوان کو اپنا گورو تیار کر اپنے آپ کو ان کا چیلا مان چکا تھا۔ ابھی تک بھگوان کی عظمت اور حکمت کے متعلق پورا یقین نہ ہوا تھا کارتک کی پورنماشی کا دن چونکہ عام طور پر گھر گھر میں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے گوشالہ نے اس دن بھگوان مہاویر کی طاقت اور بزرگی کو پرکھنا چاہا۔ اس غرض کے لئے اس نے بھگوان سے ایک سوال پوچھنے کا فیصلہ کیا تاکہ بھگوان کو پتہ بھی نہ لگے۔ اور ان کی قابلیت اور لیاقت کا بھی اندازہ لگ جائے یہ خیال کر کے اس نے بھگوان سے پوچھا "بھگون! آج گھر گھر میں جشن اور خوشیاں منائی جائیں گی۔ لوگوں کے لئے یہ بڑی خوشی کا دن ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج مجھ کو بھکشا میں نہایت لذیذ اور مزیدار چیزیں کھانے کو ملیں گی کیا آپ کرپا کر کے بتا سکتے ہیں کہ آج مجھے کیا کیا ملیگا؟

بھگوان نے جواب دیا۔ بیشک آج تیوہار کا دن ہے اور دنیاداروں کے گھروں میں جشن منائے جائیں گے۔ لیکن سادھوؤں کے لئے تو تمام دن یکساں ہیں۔ اُن کو دنیاوی عیش و نشاط سے یا رنج و غم سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ انہیں تو اپنی زندگی کا ہر ایک لمحہ دھیان میں صرف کرنا چاہیئے۔ اور جو کچھ بھی بُری بھلی خوراک بغیر کسی خاص تردد کے میسر ہو۔ اس پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر تم اس سوال کا جواب لینے پر بضد ہو۔ تو میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آج تم کو غلیظ اور سڑی ہوئی چیزیں کھانے کو ملیں گی اور ایک کھوٹا روپیہ ملیگا

گوشالا کو یہ جواب سنکر کچھ تسلّی نہ ہوئی۔ بلکہ کچھ اشردھا سی پیدا ہوگئی اور وہ اسی وقت بھکشا کرنے کے لیے چلا گیا۔ اسے پختہ یقین تھا۔ کہ اُس دن اُسے بہت اچھے اچھے پدارتھ ہاتھ آئیں گے۔ لیکن اُس کی اِچھا پوری نہ ہوئی اس نے صبح سے لیکر شام تک ہر ایک دروازے پر دستک دی۔ لیکن اعلیٰ اور لذیذ کھانے جن کی اُسے اُمید تھی۔ وہ تو ایک طرف رہے اسے کسی نے معمولی روٹی بھی نہ دی۔ آخر کار جب وہ بالکل تھک گیا۔ اور اس کی ساری اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ تو کسی معمولی گرہستی نے اُسے بلایا۔ اور اُسے بالکل اس قسم کا بھوجن دیا۔ جیسا کہ بھگوان مہاویر نے پیشین گوئی کی تھی۔ اب سورج غروب ہو چکا تھا۔ اور گوشالا کی انتڑیوں میں مارے بھوک کے بل پڑ رہے تھے۔ وہ اسی جگہ بیٹھ گیا۔ اور وہی کھانا شکرا کھاتا بغیر دل میں کچھ گھرنا لانے کے چٹ کر گیا۔ اب جب بھگوان کی پیشین گوئی کی صداقت اس پر عیاں ہو گئی تو اس کے دل میں اس بات کا بڑا پچھتاوا ہوا کہ اس نے بھگوان کی طاقت اور قابلیت کا امتحان لینے کی کوشش ہی کیوں کی۔ انجام کار اس نے کہا کہ جو کرموں کا پھل قسمت میں ملنا ہوتا ہے وہ مل کر ہی رہتا ہے۔ جیسے چاند جو کہ یہاں سے ہزاروں میل کی دوری پر واقع اور بے شمار ستارے حلقہ باندھ کر اس کے گرد موجود رہتے ہیں۔ تاہم مقررہ وقت پر اسے بھی گہن لگ جاتا ہے۔ یہ خیال کرکے اُسے یقین ہو گیا کہ قسمت کا اصول ہر چھوٹے بڑے پر لاگو ہوتا ہے تب وہ وہاں سے چل کر بھگوان مہاویر کی سیوا میں واپس آ گیا۔ لیکن اس کے وہاں پہنچنے سے پیشتر بھگوان اپنا یہ دوسرا چوماسہ ختم کر کے وہاں سے وہار کر گئے۔ اور یہیں کے کولاک گاؤں میں چلے گئے۔ وہاں باہل نامی ایک برہمن رہتا تھا۔ اس نے بھگوان سے بھوجن کرنے کے لئے پرارتھنا کی۔ بھگوان نے اس کا پوتر انردوش بھوجن اور جل قبول فرمایا۔ جونہی اس نے یہ سیوا کی اس کا گھر بھی ردھی سدھی سے بھر گیا۔ اور سب لوگ حیران رہ گئے۔

جب گوشالا کو بھگوان مہاویر اس جولاہے کی دھرم شالہ میں نہ ملے۔ تو اسے بڑی پریشانی اور قلبی اضطرابی ہوئی۔ کیونکہ ابھی ابھی تو اس نے ان کی مہانتا اور روحانیت کا امتحان لیا تھا۔ اب اس کی شردھا بہت زیادہ ہو گئی۔ اور اس نے عزم کیا۔ کہ عمر بھر بھگوان کا چیلا بن کر رہونگا۔ اپنا موروثی پیشہ تو اس نے پہلے ہی ترک کر دیا تھا۔ اب اس نے اپنی پونجی اور مال و اسباب سب عزیزوں کو بانٹ دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے دنیا کو چھوڑ دینے کا عزم کر لیا تب اس نے اپنا سر منڈوا دیا۔ اور بھگوان مہاویر کی کھوج میں کولاک کی طرف روانہ ہوا۔ کولاک کے لوگوں سے اس نے ایک تپسوی کی تپسیا اور برتوں کے پارن کی رنگی چرچا سنی تو اس نے سوچا۔ کہ یہ باتیں تو شرمن بھگوان مہاویر کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتیں۔ ضرور بھگوان اس گاؤں میں ہونگے۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ بھگوان آگے سے آتے ہوئے اسے مل گئے۔ گوشالک نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا۔ اور کہا۔ بھگوان آپ اس دھرم شالہ سے چلے آئے۔ اور مجھے آگیا نہ دے آئے۔ مگر میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔

میں نے اب عزم مصمم کر لیا ہے۔ کہ آج سے میں آپ کے چرنوں کا بھگت ہوں آپ کا ہی چیلا ہوں۔ اور آپ میرے دھرم آچاریہ ہیں۔ بھگوان نے اپنے انتر گیان سے بھانپ لیا۔ کہ اب گوشالک سچا ادھیکاری ہے تو انہوں نے بھی کہہ دیا کہ اچھا جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی سہی۔ اس وقت سے گوشالک سیوک بنکر بھگوان مہاویر کی مصاحبت میں رہنے لگا۔ اس کے جلدی بعد بھگوان وہاں سے وہار کر گئے۔

بھگوان کی دکیشا کا تیسرا سال

کولاک سے بھگوان گوشالک کے ساتھ سورن کھل کی طرف جا رہے ہیں